Fikr-o-Nasar (Islamabad) 13:12 (1976)

اسلامی معاشرہ اور تحقیق کے مسائل

فضل الٰہی چودھری صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان

خطبہ افتتاحیہ بتقریب یوم تاسیس منعقدہ ۹ مئی ۱۹۷۶ء
ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد میں پڑھا گیا۔

چیئرمین ادارہ تحقیقات اسلامی،

خواتین و حضرات!

اسلامی تحقیقات پر مامور ملک کے اعلیٰ ترین ادارے کے یوم تاسیس کی تقریبات کا افتتاح کرتے ہوئے مجھے دلی مسرت ہو رہی ہے۔ میرے لیے یہ امر بڑے اعزاز کا باعث ہے کہ میں اس وقت علماء اور فضلاء کی محفل میں ہوں جن سے اہل پاکستان بالخصوص نوجوان نسل اپنے معاشرے کی تعمیر نو کے لیے رہنمائی کی خواہاں ہے۔

اپنی زندگی کے سولہ برس کے دوران یہ ادارہ ملک کو وقتاً فوقتاً پیش آنے والے اُلجھے ہوئے معاشرتی مسائل کو سلجھانے میں حکومت کی مدد کرتا رہا ہے۔ ادارہ نے اکثر اوقات اسلامی نظریاتی کونسل کو فقہ اسلامی کے مختلف نازک نکات میں اپنی علمی مہارت سے فائدہ پہنچایا ہے۔ اس کی مطبوعات اور جرائد خصوصاً "اسلامک اسٹڈیز" (ISAMIC STUDIES) کو اعلیٰ سطح کی تحقیقی کاوش اور سلجھے ہوئے انداز کی وجہ سے قدر سے دیکھا جاتا ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ آئندہ سالوں کے دوران معاشرتی اور معاشی میدان میں اس کی سائنسی تحقیقات اور ان کے متعلق ابتدائی اسلامی دور میں پیش کیے گئے حل بار آور ہوں گے۔ اور مغز کو چھلکے سے علیحدہ کرنے اور عوام کو آمیزش سے پاک حقائق سے روشناس کرانے میں بہت ممد و معاون ثابت ہوں گے۔

یہ امر باعث اطمینان ہے کہ وزیر مذہبی امور کی دانشمندانہ رہنمائی میں ادارہ نے یونیورسٹی کے مختلف شعبوں کی طرز پر اپنی ہیئت کی مکمل طور پر تشکیل نو اور اپنے مقاصد کی از سر نو تشریح کا کام حل طے کر لیا ہے۔ اور خصوصی تجاویز مرتب کر کے اور تحقیقات کے ان موضوعات کو اولیت دے کر جن کا ہمارے آج کے حالات سے قریبی رابطہ ہے نئی ترجیحات قائم کر لی ہیں۔

تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، علم الکلام، فلسفہ، اور تصوف کے حوالے سے "تحقیق" کی اصطلاح

بالکل ویسی ہے جیسے کسی بلند موضوع کے حوالے سے ہے۔ یعنی ایک معلوم مسئلے کے عمرانی، تاریخی، سیاسی اور اقتصادی معاملہ میں درست نتائج تک پہنچنے کے لئے باقاعدہ غور و تفحص اور تحلیل کا نام تحقیق ہے، لیکن موجودہ صورت میں تحقیق جریدی یا محض علمی نہیں چاہیئے بلکہ معاشرے کی اسلامی خطوط پر تعمیر نو سے متعلق ہونی چاہیئے۔ یہی تعلق اس تحقیق کا مقصدِ اولین ہونا چاہیئے۔

ذاتی میلانات کو تحقیقی سعی سے قطعی طور پر الگ نہیں رکھا جاسکتا۔ اس ضمن میں ان مستشرقین کی مثال پیش کی جاسکتی ہے جو معاشرتی اور مذہبی تعصبات کے زیرِ اثر تحقیقات کرتے ہیں۔ بعض دفعہ محقق کو اپنے معاشرے کے مخصوص سیاسی اور منظریاتی رجحانات و مقاصد کا خیال رکھنا پڑتا ہے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کو چاہیئے کہ تحقیق کے میدان میں وہ پہلے سے قائم کردہ رائے یا کسی اور دباؤ کے تابع کام نہ کرے تاکہ اس کی معروضی سعی پر کوئی حرف نہ آئے تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس کا اپنے زندگی بخش مبداء سے ہی قطع تعلق ہو جائے۔

ہر معاشرے کا اپنا ایک نصب العین ہوتا ہے جس کے مطابق وہ اپنے آپ کو ڈھالنا چاہتا ہے اور اس کی اپنی ایک منزل بھی ہوتی ہے جسے وہ پا لینے کی کوشش کرتا ہے۔ محقق کی اس منزل کو نگاہ میں رکھنا چاہیئے اور اپنی توجہ کو بقائے وجود اور زندہ رہنے کے عزم پر مرکوز رکھنی چاہیئے۔ لیکن اگر اسے یہ معلوم ہو جائے کہ منزل کی طرف قدم بڑھانے میں معاشرے کا اندازہ ناقص، ٹیڑھا یا غلط ہے تو اس پر یہ فریضہ عائد ہو جاتا ہے کہ بلا تامل قوم کے سامنے ان نقائص اور خامیوں کو پیش کرے۔ اس لیے جستجو کی کاوشوں کو معاشرے کی مسلمہ روش کے مطابق اس کی فلاح، صحت مندی اور نشو و نما کے ساتھ مربوط ہونا چاہیئے ان کاوشوں کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ معاشرے کی شخصیت کی تزئین و آرائش ہو اس کی نشو و نما کی صلاحیت میں اضافہ ہو اس میں زندہ رہنے اور اپنے وجود کو منوانے کی قوت زیادہ ہو نہ یہ کہ اس کے تشخص میں اضمحلال پیدا ہو اور اس کی بنائے زندگی کی بنیادوں اور ارتقاء کی جد و جہد میں کمزوری پیدا ہو۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا

تاہم اس عمل میں فرد کے حقوق اور مراعات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ اسلام فرد اور معاشرے کے مابین توازن پیدا کرنے کا خواہاں ہے اور اسے فرد کی روحانی، اخلاقی اور مادی فلاح کا خیال بھی ویسا ہی ہے۔ جیسا پورے معاشرے کا۔ اس کی نظر میں اجتماعی فلاح بھی اتنی ہی لازم ہے۔

جتنی ایک فرد کا بہبود اور اس کے حوصلہ اور خواہش کے مطابق اپنی ذات کی ترقی۔ یہ معلوم کرنا بھی آپ کے سپرد ہے کہ ہمارا کونسا معاشرتی نظام ہونا چاہیئے جو اس دوہرے مقصد کو حاصل کرے اور فرد کی ترقی اس کی ضرورتوں اور امنگوں کے حصول اور معاشرے کی یکجہتی، ہم آہنگی اور اجتماعی نشوونما کا ضامن ہو۔ بالفاظ دیگر ہماری مساعی کا رُخ اس طرف ہونا چاہیئے کہ ایک ایسا متوازن معاشرتی نظام برپا ہو جو یک آہنگ، ترقی پذیر، بلا دلانہ، روادارانہ، مادی طور پر خوشحال، اخلاقی لحاظ سے منضبط اور ثقافتی اعتبار سے امیر ہو۔

ان مقاصد کے حصول کے لیے مسلسل نگہبانی کی ضرورت ہے۔ آپ کو جہالت، علاقائی تعصبات، اقتصادی عدم مساوات، معاشرتی ناہمواریوں اور بدعنوانیوں، توہمات، نامصاف طرز زندگی، غیر صحت مندانہ ماحول اور نظریاتی انحراف کے خلاف مستعدی سے جنگ کرنی ہوگی۔ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ ہم واضح طور پر اس بات کا تعین کریں کہ ان روزافزوں عالمی مسائل کے بارے میں جو غیر معمولی سائنسی انکشافات، ایجادات اور پیش رفت اور عمرانی، سیاسی، اقتصادی نظریات معتقدات پر ان کے گہرے اثرات کی پیداوار ہیں صحیح اسلامی رویہ کیا ہے؟

ان حیران کن ترقیوں نے انسان کے ہاتھ میں لامحدود قوت دے دی ہے لیکن آج اپنے مقدر اور منزل کی تلاش میں وہ پہلے سے کہیں زیادہ پریشان ہے اور یہ چیز دنیا کے تمام صحیح الفکر انسانوں کے لیے ایک علمی اور اخلاقی چیلنج ہے۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم یقین رکھتے ہیں کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا اخلاقی ضابطہ اور ایک ایسا طریق زندگی پیش کرتا ہے جو اس چیلنج کا موثر جواب دے سکتا ہے اور انسانیت کو موجودہ ذہنی انتشار اور روحانی علالت سے نکال کر دوبارہ ربط و نظم، امن، صحت اور مسرت کی طرف لا سکتا ہے۔

ہمیں اسلام کے عمرانی اقتصادی پہلو کو نظرانداز کئے ہوئے ایک زمانہ ہو چلا ہے۔ اگر سترھویں صدی میں ہمارے دین کے اس پہلو کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی جاتی تو تاریخ عالم کا رنگ کچھ اور ہوتا۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم اس پہلو پر اپنی توجہ مرکوز کریں۔ ضرورت ہے کہ عوام کو اسلام کے معاشرتی نظام کے محرکات، اس کے اقتصادی نظام دروبست اور اس کی روحانی و اخلاقی بنیاد کے متعلق واضح اور صاف الفاظ میں آگاہ کیا جائے اور یہ بھی بتایا جائے ان عوامل کو کس طرح عملی جامہ پہنایا جا سکتا ہے۔

اب یہ فریضہ آپ پر عائد ہوتا ہے کہ دُنیا پر واضح کریں کہ اسلام کیا ہے اور اس کے مقاصد کیا ہیں اور یہ بشمول پاکستان عالم انسانیت کو درپیش مسائل کا کیا جامع و مانع۔ میں مکرر کہتا ہوں جامع و مانع

حل پیش کرتا ہے۔ اگر آپ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو آپ اپنے بھائیوں کے دلوں میں از سرِ نو یہ یقین پیدا کر دیں گے کہ اسلام میں عناصرِ فطرت کو تسخیر کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ وہ ان قوتوں کو بھی مسخر کرنے کی طاقت رکھتا ہے جو انسان کی فکری انکشافات اور فتوحات سے پیدا ہوئی ہیں، اور وہ اس کو اپنی روحانی اخلاقی اور مادی ترقی اور فوائد کے لیے کام میں لانے کا اہل ہے۔

یہ چیز اسلام کے ایک اور رُخ کی طرف توجہ کی طلبگار ہے یہ رُخ مابعد الطبیعاتی یا روحانی ہے۔ صدیوں تک ہم نے اس پہلو کو رنگا رنگ کے اساطیر اور لوک کہانیوں کے اندر ملفوف رہنے کو گوارا کیا ہے۔ توحید کا انتہائی انقلابی تصور جس نے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کو توہمات کے جالوں اور رکاوٹوں جاہلیت کے رواج اور ممنوعات اور ہر طرح کے خوف اور اُلجھن سے آزاد کیا تھا۔ خود متصوفانہ دل فریبیوں فقیہانہ موشگافیوں اور توہم پرست افسانہ طرازیوں میں اُلجھ کر رہ گیا۔ اگر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی ان اجنبی الحاقات کو دُور کر دے اور توحید اور متعلقہ روحانی معتقدات کی ان کی ہمہ جہتی تابانی اور عظمت کی تشریح و اشاعت کرے تو یہ اسلام کی ایک عظیم خدمت ہوگی۔ آج مغرب رُوح کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ وہاں کے لوگ روحانی تسکین کے لیے تڑپ رہے ہیں۔ ان کے اپنے مذہب اور تہذیب میں کوئی ایسی چیز نہیں مل رہی جو ان کی تلاش کو کامیابی سے ہمکنار کرے۔ اگر آپ غزالی، افغانی، محمد عبدہ اور اقبال کے نقشِ قدم پر چلیں تو آپ مغرب کی اس کاوش کو کامران ہونے میں مدد کر سکتے ہیں۔ بے شک یہ ایک عظیم کام ہے اور اس کی تکمیل کے لیے مسلسل جد و جہد اور بے لوث جذبۂ خدمت درکار ہے اور غور و فکر اور تجزیاتی کوشش کی ضرورت ہے جو چیز آپ کو اس مقصود سے دُور رکھ سکتی ہے وہ آرام طلبی اور خود فریبی ہے اس سے پرہیز لازمی ہے۔

میں اپنی تقریر کا خاتمہ کلامِ اقبال میں سے ایک اقتباس پر کروں گا آج کے دور میں اقبال تمام اسلامی دُنیا کے لیے روشنی کا مینار ہیں انہوں نے اس خیال کو ایک خوبصورت قطعہ میں اس طرح پیش کیا ہے۔

به روئے عقل و دل بکشائے ہر در
بگیر از پیرِ میخانہ ساغر
دواں کوش از نیاز سینہ پرور
کہ دامن پاک داری آستیں تر